علم منطق ــ ایک جائزہ

(۵)

دوسرا دور

(الف) یونان و روم

مولانا بدرالزماں صاحب نیپالی ۔ مرکزی دارالعلوم بنارس

یونان کے اندر منطق کے سلسلے میں اب تک جو کام ہوا تھا وہ ایک منظم پروگرام کے تحت نہایت عرق ریزی کے ساتھ انجام پایا تھا اس میں جو جو شخصیتیں کام کرنے والی ثابت ہوئی تھیں وہ اساتین منطق میں سے تھیں، لیکن اس دور کے خاتمہ پر کچھ ایسا اضمحلال اور سکوت وجمود دکھائی پڑنے لگا تھا جس سے بسا اوقات یہ اندازہ ہوگا کہ اب منطق کے اندر مہارت پیدا کرنے والا وہ گروہ، جس کے تیار کرنے کا خواب ارسطو، زینو، اور ابیقور دیکھا کرتے تھے اور حتی الامکان اس خواب کی تعبیر پیش کرنے کی انھوں نے کوششیں بھی کی تھیں، افسانہ بن کر رہ جائے گا۔ چنانچہ ان اساتینِ منطق کے گذر جانے کے بعد ان کے پیروؤں نے عیش و آرام کی زندگی گذارنے کو اس پر ترجیح دیا کہ وہ راتوں رات مطالعہ کر کے منطق کے موجودہ فنون کی تشریح و تفسیر لکھیں، بعد کی چار صدیوں تک بے حسی کا یہی عالم رہا، اور ان تینوں گروہوں میں سے کسی کو کسی کام کے کرنے کی توفیق نہ ملی، یہ یونانی منطقی گروہوں کی حالت تھی، لیکن مصر کے "اسکندریہ" میں ابھی کچھ لوگ کام کرنے والے باقی تھے، حضرت عیسیٰؑ سے تقریباً

سوا چار سو سال پہلے یہاں علوم عقلیہ بام ترقی پر پہنچ چکے تھے، جیسا کہ قفطی کے بیان سے واضح ہے کہ :

اجتمع ھو (انقطیمن) ومیطن	انقطیمن اور میطن مصری علاقہ کے شہر اسکندریہ
علی الرصد بمدینۃ الاسکندریۃ	میں رصدگاہ پر اجرام فلکی کے احوال معلوم
من الدیار المصریۃ، ورصدا	کرنے کے لئے اکٹھے ہوئے، اور انھوں نے
واثبتا ما تحققاہ، وتداول العلماء	جس چیز کی تحقیق کی اس کو ثابت بھی کیا، ان
بعدھم الی زمن بطلیموس	کے بعد (علماء یونان میں سے) بطلیموس قلوذی
القلوذی الراصد بعدھما	کے زمانہ تک کے علماء میں وہ متداول رہا
بالاسکندریۃ وکان زمانھما	جو ان کے بعد اسکندریہ کا (عظیم) ماہر
قبل زمانہ بخمسماۃ واحدی	فلکیات گذرا ہے اور ان دونوں کا زمانہ
وسبعین سنۃ۔ [۲۱]	اس سے پانچ سو اکہتر (۵۷۱) سال پہلے کا ہے۔

اور "بطلیموس" کے زمانہ کی تعیین ابن ندیم نے یوں کی ہے "بطلیموس صاحب کتاب المجسطی فی ایام "اوریانوس" و "انطونینوس" [۲۲] کہ بطلیموس صاحب "مجسطی" "اور یانوس" اور "انطونینوس" کے زمانہ میں تھا۔ اور ابن خلدون کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان دونوں کا زمانہ تقریباً ۱۱۲ء سے ۱۵۹ء تک جاتا ہے۔ گویا اسکندریہ کے علوم و فنون "افلاطون" کے دور میں ترقی کی اعلیٰ ترین منزلیں طے کر چکے تھے، غالباً اسی وجہ سے سکندر مقدونی نے ٹھیک طریقے پر اس کی تعمیر کرائی تھی۔

جب وہ مشرقی مہم سے لوٹتے وقت ۳۲۳ ق م میں اپنے عامل "لاغوس" (جو مقدونیہ پر مقرر تھا) کے ہاتھوں زہر کے ذریعہ مار ڈالا گیا تو اس عامل نے خود مختاری کا اعلان کر دیا، اور بطلیموس لقب اختیار کیا۔ اسی وجہ سے بعد میں آنے والے یونانی سلاطین "بطالسہ" کہلائے، انھیں میں سے پہلے تاجدار "فیلادلفوس" بطلیموس منطقی" نے اسکندریہ میں مشہور

کتب خانہ قائم کیا، خیال ہے کہ ارسطو کے شاگرد یہاں پہنچ کر اپنی علمی سرگرمیوں میں مصروف ہو چکے تھے، کیونکہ ارسطو کے بعد اب اس کے قائم کئے ہوئے ادارہ میں علم و فن کی پہلی چاشنی باقی نہ رہی تھی، اس پر جن لوگوں کا سکہ جما ہوا تھا ان کے یہاں اس انداز میں ترقی پسند ذہنیت باقی نہیں تھی جسے ارسطو چاہتا تھا اور جس طرح ارسطو کے ایک شاگرد کو ہونا چاہئے تھا۔ اسکندریہ میں رہ کر انھیں علوم عقلیہ کے سلسلے میں تیار کردہ دنیا بھر کی کتابوں پر تحقیقی اور تنقیدی نظر ڈالنے کی ضرورت تھی تاکہ ارسطو کی منطقیانہ اور فلسفیانہ تصنیفات کو صحیح طور پر سمجھ کر، ان کی شروح و حواشی لکھی جائیں اور تمام اسالیب منطق پر اسے بالاتر کر دیا جائے۔ ان کی اس شدید ضرورت کے پیش نظر "فیلادلفوس بطلیموس منطقی" نے ایک عظیم الشان لائبریری کی بنیاد ڈالی اور دنیا کے مختلف گوشوں سے کتابیں حاصل کر کے اسے ایک اہم علمی ادارہ بنا دیا، ہم اس کو دنیا کی سب سے پہلی اور سب سے بڑی لائبریری قرار دے سکتے ہیں۔

اس کتب خانہ کی کہانی یحیی النحوی کی زبانی قفطی نے اس طرح نقل کیا ہے "کہ یحیی النحوی نے کہا کہ جب بطلیموس فیلادلفوس (جس کو لاغوس نے مصری علاقہ پر عامل بنا رکھا تھا)[۲۳] اسکندریہ کا حاکم ہوا تو اس نے علم و ادب اور علماء کو مقرب بارگاہ بنا لیا اور علمی کتابوں کی تفتیش کی اور ان کو جمع کرنے کا حکم دیا۔ اس کے لئے خزانے مخصوص کر دیئے اور اس کام کو "زمیرہ" نامی آدمی کے سپرد کیں۔ "زمیرہ" نے بڑی محنت سے (۵۴۱۲۰) چوّن ہزار ایک سو بیس کتابیں جمع کیا۔ جب اس کا علم بادشاہ کو ہوا تو اس نے کہا کہ کیا روئے زمین پر کچھ کتابیں بچ رہی ہیں جو ہمارے پاس نہ ہوں۔ زمیرہ نے کہا، عالیجاہ! ابھی دنیا کے بہت سے علاقے مثلاً سندھ، ہند، فارس، جرجان، ارمان، بابل اور موصل میں کتابوں کا ایک عظیم ذخیرہ موجود ہے، اس پر بادشاہ کو بہت تعجب ہوا اور کہا کہ ان کو برابر حاصل کرتے رہو، پھر اسی طرح ہوتا رہا حتی کہ بادشاہ مر گیا اور کتابیں محفوظ رہیں، پھر جو بھی والی ہوتا تھا وہ اور اس کے امراء ان کتابوں کی نگرانی، ہمارے اس زمانے تک کرتے رہے"[۲۴]

" فیلادلفوس علم اور علماء کا بڑا قدردان تھا، چونکہ وہ خود ایک بہت بڑا عالم تھا، اور خصوصاً منطق کے اندر اس کو اس درجہ کمال حاصل تھا کہ لوگوں نے منطقی لقب کو اس کے نام کا ایک جزو لاینفک قرار دے دیا تھا اس لئے یہ قرین قیاس ہے کہ اس نے یونان کے گوشے گوشے سے ارسطو کے تلامذہ کو بلوا کر انھیں اپنی مجلس کی زینت بنایا ہو، اور اس طرح اسکندریہ کو علم کا مرکز بنا دیا ہو، بہرحال جو کچھ بھی ہوا وہ دراصل اس ذوق کا نتیجہ تھا جو ارسطو نے اپنے تلامذہ میں پیدا کر دیا تھا، ارسطو تو یہ چاہتا تھا کہ اس کا قائم کردہ ادارہ اس بلند معیار تک پہنچ سکے، لیکن یہ فخر اسکندریہ کو حاصل ہونے والا تھا، چنانچہ یونان و روم اور مشرقی ممالک کی سرحد پر واقع یہ قطعۂ ارض نہایت تیزی کے ساتھ ترقی کر کے ایک علمی مرکز بن گیا۔ بطلیموس منطقی اور اس کے بعد آنے والے حکمرانوں نے خاصی توجہ کے ساتھ اس کو علم کا گہوارہ بنایا، یہاں ترقی کے تمام اسباب فراہم کئے جاتے رہے حتیٰ کہ اس مدرسہ کا ایک اعلیٰ افسر بھی منتخب کیا جاتا تھا۔ یہ سلسلہ ایک طویل مدت تک چلتا رہا، یہاں تک کہ رومیوں نے اسکندریہ پر فتح کا علم گاڑ دیا۔ ۳۰ ق م میں اسکندریہ کے فتح ہو جانے پر رومی فاتحین نے ارسطو وغیرہ کے علم سے بڑی دلچسپی کا اظہار کیا اور اس کی نشر و اشاعت کے لئے اسکندریہ کے افسر اعلیٰ " اندرنیقوس " سے کہا کہ وہ ارسطو کی کتابوں کا جو سب سے صحیح نسخہ ہو اس کو نقل کرائے۔ " اندرنیقوس " اس معہد علمی کا بارہواں صدر تھا۔ اس نے بڑی دلدہی کے ساتھ یہ کام مکمل کیا۔ رومی فاتح " آگسٹس " کی علم دوستی نے " اندرنیقوس " کو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ اسکندریہ میں اپنا نائب متعین کرے اور خود اس کے ساتھ پایۂ تخت چلے۔ اب اس وقت سے علم کے دو مرکز قرار پائے اول تو اسکندریہ میں تھا اور دوسرا روم میں[۲۵]۔ اس دور میں منطق کے سلسلے میں کون سا کام ہوا اس کا پتہ نہیں چلتا۔ ہاں البتہ اتنا متعین ہے کہ ارسطوی منطق کا سلسلہ ضرور جاری رہا ہوگا۔ کیونکہ آگے چل کر اس کی منطق کی تشریح و توضیح کی گئی۔ بڑے بڑے فلاسفہ نے اسے اپنی کتابوں میں ایک جزو کے طور پر نقل کیا۔ چنانچہ اپنے وقت کا منفرد ہیئت داں، اور اس فن کی بے مثال تصنیف

چھوڑنے والا " بطلیموس " ارسطو کی منطق کے ایک جزء انالوطیقا (تحلیل القیاس یا برہان) پر اپنی کتاب مجسطی کے مقدمہ میں مکمل طور پر بحث کرتا اور تفصیل کے ساتھ اس پر روشنی ڈالتا ہے۔

" ابن ندیم " نے " الفہرست " کے اندر اور " ابن ابی اصیبعہ " نے " طبقات الاطباء " کے اندر " کندی " کی تصانیف گناتے ہوئے ایک تصنیف کا نام " رسالۃ فی الابانۃ عن قول بطلیموس فی اول کتابہ المجسطی عن قول ارسطوطالیس فی انالوطیقا " بتایا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ مجسطی کا مقدمہ منطق ارسطو کے ایک حصہ پر مشتمل ہے، اور ممکن ہے کہ ایک سے زائد حصوں کو بھی شامل ہو، نیز " ابن ندیم " نے ایک اور کتاب کا ذکر کیا ہے جو مجسطی سے الگ ہے، اس کا نام " رسالۃ بایجاز واختصار فی البرہان المنطقی " بتایا ہے۔

بہر حال جب یونانی علاقوں پر رومی فتح پا چکے اور فلسفہ یونان کا شہرہ سنا تو رومی تشنگانِ علوم یہاں جوق در جوق آنے لگے۔ اور یہاں کے فلاسفہ بڑی تیزی کے ساتھ رومی علاقوں میں گھس کر ان کی پیاس بجھانے لگے، فطری طور پر ایک فریق کی ترقی دوسرے کو ناگوار معلوم ہوتی ہے، لہٰذا دھیرے دھیرے وہ باہم دست و گریباں نظر آنے لگے، اسکندریہ کے کچھ ترقی پسندوں نے اس سنہری موقعہ سے فائدہ اٹھایا اور طلباء کے لئے ایک خاص طریقہ پر تعلیم کا بندوبست کیا، یہ دیکھ کر لوگ ہر طرف سے تحصیل علم کے لئے اسکندریہ آنے لگے۔ چنانچہ صاحب زبدۃ الصحائف رقمطراز ہیں:

وبینما کانت فرق الفلاسفہ....	اسی اثنا میں کہ فلاسفہ کے فرقوں میں سے
تشتغل بمضادۃ بعضہا بعضا	ہر ایک دوسرے کے نظریات کی تردید
..... اتخذت الفلسفۃ مصدرا	کر رہا تھا، فلسفہ کو قیصر روم آگسٹس کے
جدیدا فی مدینۃ الاسکندریۃ	عہد میں ملک مصر کے شہر اسکندریہ کے
من بلاد مصر علی عہد اوغطوس	اندر ایک نئے طرزِ فکر کا مرکز حاصل ہوا،
قیصر الرومان ...... وکان	اب کیا تھا تمام طلبہ اسی شہر کا رخ کرنے

جمیع طلبة العلم یتقاطرون الی	لگے تا کہ اس بڑے دور
ھذہ المدینة لیاخذ واعن	سے استفادہ کریں جس کو
تلک المدرسة العظمٰی التی کانت	بطلیموسی حکومت نے بنایا اور
اسستھا وجمعت کتبھا النفیسة	اتنی نفیس اور عمدہ کتابیں
للدولة البطلیموسیة حتی لم یکن	جمع کیں کہ اس وقت پوری
لھا وقتئذٍ نظیر یضاھیھا فی العالم[۲۵]	دنیا میں اس کا کوئی ثانی نہیں تھا۔

آگے چل کر اس مدرسہ کے طریقِ تعلیم پر تبصرہ کرتے ہیں:

وکان من قواعد ھٰذہ المدرسة	اور اس مدرسہ کا قانون یہ تھا کہ
انهٗ لایجب ان یتوقف الطالب	طالب علم پر ضروری نہیں کہ وہ کسی
علی تحصیل العلم من معلم مخصوص	خاص استاد سے علم حاصل کرے، بلکہ
بل ینبغی تحصیل الحقائق من	اس شرط کے ساتھ تمام فلاسفہ سے تحصیلِ
جمیع الفلاسفة بشرط موافقتھا	حقائق کر سکتا ہے کہ وہ عقل اور
للعقل والصواب وقبولھا بعد البحث	درستگی کے موافق ہوں، اور ان حقائق
المستطیل، وکان المعلم "بوتامون"	کو خوب غور و خوض کے بعد تسلیم کرے فلسفہ
موسس ھذا النوع من الفلسفة[۲۶]	کے اس طریقِ تعلیم کا بانی معلم "بوتامون" تھا۔

یہ اس دور کی بات ہے جب "نو فلاطونیت" کا ظہور نہیں ہوا تھا۔ اور یونانی مکاتبِ فکر بالکل بے چارگی کے عالم میں گویا کسی مجدد احوال اور منظم افراد کے منتظر تھے، بہر حال بے شمار طلبہ نے اسکندریہ کے اس مدرسہ سے فائدہ اٹھایا اور اس طرزِ تعلیم کو گلے لگایا، آگے چل کر اس کے نتائج بڑے دوررس ثابت ہوئے، قبل اس کے کہ ہم اس طریقِ تدریس پر کچھ تبصرہ کریں مناسب یہ ہے کہ ایک نظر "انثیا" کی اجڑی ہوئی مشائیت پر ڈالیں۔

حق یہ ہے کہ ارسطو کی وفات (۳۲۲ ق م) کے بعد مشائیت کی تحریک سرد پڑ گئی، مشائیین

نے اگر کچھ توجہ کی بھی تو الٰہیات اور اسی قسم کے بعض دوسرے مسائل ہیں، انھوں نے منطق کو طاقِ نسیاں میں ڈال دیا اور ارسطو کی کوششوں پر پورا بھروسہ کرکے بیٹھ گئے اور منطق کی جانب سے اپنے آپ کو بالکل مستغنی اور بے نیاز سمجھ لیا، یہ جمود اور تعطل دوسری صدی عیسوی کے اواخر تک باقی رہا جس میں مشائیت، رواقیت اور ابیقوریت منطق کے بارے میں یکسر ساکت نظر آتی ہیں، اس سکوت کی ایک خاص وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ ارسطو کے شاگردوں نے "برغامس" بادشاہ کے ڈر سے تمام کتابوں کو دفنا دیا تھا۔ چنانچہ صاحب زبدۃ الصحائف لکھتے ہیں:

وتخرج علیہ (ارسطو) فیھا المدرسۃ الجدیدۃ التی انشاھا ارسطو فی اثنیا) کثیرون، تعاقبوا فی الترأس علی مدرستہ بعد موتہ ومنھم تلمیذ لہ یقال "فیلبس" استصحب معہ برجوعہ الی "شابسین" وطنہ الاصلی کتب ارسطو۔۔۔۔ وبعد موتہ خاف ورثاہ من "برغامس" ۔۔۔۔ لئلا یاخذ ھذہ الکتب منھم ویضعھا فی مکتبہ فاخفوھا فی مغارق تحت الارض، فتلف کثیر منھا۔۔۔۔ الی ان اخرجت بعد ذالک مائۃ وثلاثین سنۃ	ارسطو سے اس کے نئے مدرسہ میں بہت سے لوگوں نے تعلیم مکمل کی اور اس کی وفات کے بعد باری باری اس کے مدرسہ کی صدارت کرتے رہے، انھیں میں سے ارسطو کا ایک شاگرد "فیلبس" اپنے اصلی وطن "شابسین" لوٹتے وقت اس کی بہت سی کتابیں ہمراہ لایا، اس کی موت کے بعد اس کے ورثا کو "برغامس" بادشاہ سے یہ ڈر لگا کہ وہ یہ کتابیں ان سے لے لے گا اور اپنے کتب خانہ میں رکھ لے گا، اس لئے انھوں نے کتابوں کو زیرِ زمین گڑھے میں چھپا دیا، اس طرح اس میں سے بہت سی بے کار ہوگئیں، پھر انھیں ۱۳۰ سال بعد نکالا گیا۔

ظاہر ہے کہ یہاں کی کتابیں جب زیر زمیں تھیں تو ان سے استفادہ بھی ناممکن تھا، اسی وجہ سے منطق کی طرف توجہ کرنے کا اچھا خاصا موقع ان کے ہاتھ سے نکل گیا۔

اسکندر افرودیسی کا دور آنے سے پہلے منطق کے سلسلے میں جس قدر بھی سکوت و جمود کہہ لیا جائے، یوں عام علمی ماحول اتنا تاریک نہیں ہوا تھا، حکومت بطالسہ کے قیام کے بعد پہلا بادشاہ بطلیموس منطقی جس کا ذکر پہلے آچکا ہے بڑا علم دوست تھا اس کے بعد حکمرانوں نے بھی بڑی توجہ دی، جب اس حکومت کا تختہ رومیوں کے ذریعہ الٹ گیا تو رومیوں نے بھی بڑی علم دوستی کا ثبوت دیا، چنانچہ صاحب زبدۃ لکھتے ہیں " ولا ذالو یتقدمون فی العلوم والمعارف الی ان انقرضت الامبراطوریۃ"[۲۸] کہ اہل روم علوم و معارف کے اندر آگے بڑھتے رہے حتی کہ ان کی شہنشاہیت کا خاتمہ ہوگیا۔

یہ لوگ علمی ارتقاء کے دلدادہ تو ضرور تھے لیکن انھیں ترقی کا یہ طریقہ پسند نہیں تھا کہ تمام مکتبۂ فکر کے لوگ یکجا جمع ہو کر اپنا ایک مقام اور نام پیدا کرلیں، بلکہ ہر ایک نے یونانیوں کی طرح سے ایک ایک مدرسہ کی بنیاد ڈال دی، ان میں سے بعض لوگ وہ تھے جنہوں نے ارسطوی طرزِ فکر کو اپنا منتہائے نظر بنایا تھا، جب اسکندر افرودیس نے دوسری صدی عیسوی کے نصف آخر میں آنکھیں کھولیں تو یہ تماشہ ہر جگہ دیکھنے میں آرہا تھا، اس نے اولاً رومیہ کے اندر تعلیم دی اور مشائیت کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا۔ پھر مدرسۂ ارسطو کی صدارت کا فریضہ ۱۹۸ء سے ۲۱۱ء تک انجام دیا اور ایک انقلاب سا برپا کردیا۔ ارسطو سے اس تک ایک طویل مدت گزر چکی تھی نہ تو کسی نے اس میں مدرسہ کے عروج کے لئے کوئی پروگرام بنایا اور نہ ارسطوی منطق کی تشریح و توضیح کے ذریعہ اس کو عام بنانے کے بارے میں ٹھیک طریقے پر سوچا اور نہ کسی کو اس کی خامیوں پر گرفت کرنے کی توفیق ہوئی حتی کہ اس میں جن مباحث کی کمی تھی ان کا اضافہ کر کے مکمل کردینے پر بھی دھیان نہیں دیا گیا تھا۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ ان چیزوں کی طرف رغبت دراصل اسی وقت ہوتی ہے جب جودتِ فکر اور صوابی رائے کی دولت حاصل ہو اور اس درمیانی عرصہ میں یہ چیزیں بالکلیہ نہ سہی مگر ایک حد تک تو ضرور مفقود تھیں۔ لیکن اسکندر افرودیسی کو یہ تمام ملکات اور ترقی کے احساسات بدرجۂ اتم

حاصل تھے۔ چنانچہ اس نے ارسطوی منطق کی زبردست شرح لکھی، جس کی بنا پر متأخرین نے اسے "ارسطو ثانی" کا لقب دے دیا۔ اسے ہم اس دور کا سب سے بڑا اور سب سے پہلا شارح ارسطو سمجھتے ہیں، اس نے اپنی معرکۃ الآرا تصنیف کے اندر ارسطو کے نظریات پر بھی گرفت کی ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر محمد البہی لکھتے ہیں کہ:

"ونظرات ـــــ الاسکندر الافرودیسی ـــــ قد تغایر مغایرۃ عظیمۃ نظرات صاحب المدرسۃ (ھو ارسطو)"[29]	اسکندر افرودیسی کے نظریات بسا اوقات بانی مدرسہ ارسطو کے نظریات سے بہت زیادہ مغائر ہو جاتے ہیں۔

لیکن اس کے باوصف رواقین کی طرح محض مخالفت پر نہیں اُتر آتا کیونکہ یہ ارسطو کا بہت بڑا مؤید ہے۔ اس کی شرح کا بہت سا حصہ دست بردِ زمانہ سے محفوظ نہ رہ سکا۔ البتہ کچھ حصے ضرور محفوظ طریقے پر مسلمانوں کو ملے، چنانچہ قفطی کا بیان ہے "وکانت شروحہ یرغب فیھا فی الایام الرومیہ وفی الملۃ الاسلامیۃ والیٰ زماننا ھذا"[30] کہ اسکندر افرودیسی کی شروح عہد رومیہ، ملت اسلامیہ اور ہمارے زمانہ (ساتویں صدی ہجری) میں بہت زیادہ پسند کی گئیں۔

ارسطوی فکر کی تبلیغ و اشاعت کسی طرح ہو گئی لیکن رواقیت اور ابیقوریت نے منطق کو کسمپرسی کے عالم میں چھوڑ دیا، ان کی کوئی شرح ہمیں نظر نہیں آتی۔

اسکندریہ کے اندر "اندرنیقوس" کی صدارت سے پہلے ہی لوگوں کا مذاق اس طرح کا بن چکا تھا کہ کسی خاص مذہب فکر پر جمے رہنا ضروری نہیں، دھیرے دھیرے اس پر رنگ چڑھتا گیا اور اس عقیدے کے اندر پختگی آتی گئی، مسیحیت کے آجانے کے بعد بھی لوگوں کا طرز فکر یہی رہا کہ ہمیں سچی بات جہاں کہیں ملے، لینی ہے۔ کسی خاص فلسفیانہ گروہ کے آستانہ پر جبیں سائی ضروری نہیں۔ چنانچہ "اکلیمندوس" اسکندری کہتا تھا:

لا اقول ان الفلسفة هی	میں نہیں کہتا ہوں کہ فلسفہ صرف اسطوانیہ
الاسطوانية ولا الافلاطونية ولا	ہے، اور نہ یہی کہتا کہ افلاطونیہ ہے اور نہ
الابيقورية ولا لاارسطوطاليسية لكن اقول	یہی کہ ابیقوریہ ہے اور یہ بھی نہیں کہتا کہ
ان كل قاعدة وتعليم من تعاليم	ارسطوطالیسیہ ہے، بلکہ میرا خیال یہ ہے کہ
هؤلاء الفلاسفة متى كان	ان فلاسفہ کی تعلیمات میں سے ہر تعلیم
مستقيما ويعلم العدل والصلاح	اور ہر قاعدہ اگر درست ہو اور عدل و صلاح
فيكون هو الفلسفة المنتخبة حقيقة[1]	سکھائے تو وہی حقیقی اور پسندیدہ فلسفہ ہے۔

یعنی اس دور کے لوگ ہر اس فلسفہ کو ان لینے کے لئے تیار تھے جو مسیحیت کے خلاف نہ ہو، گویا منطق کے اندر بصیرت اسی وقت حاصل کر لینی ممکن تھی، جب اس طریق تعلیم کو مدنظر رکھ کر ارسطوطالیسی، ابیقوری اور رواقی منطقوں پر گہری نظر ڈالی جائے، اس ناحیہ سے اگر اس طرز تعلیم کو دیکھیں تو یہ بڑا ہی مستحسن اقدام معلوم ہوتا ہے، اس کے ذریعہ ایک، دوسرے سے تبادلہ خیال کا موقعہ پاتا تھا اور عین ممکن تھا کہ باہمی اختلافات کی جو خلیج ان کے درمیان حائل ہو گئی تھی اسے ایک نہ ایک دن پاٹ دیا جاتا، لیکن یہ طرز تعلیم زیادہ دنوں تک نہ چل سکا، آخر جب نو فلاطونیت کی تحریک اٹھائی گئی تو اس کا خاتمہ ہو گیا۔

نو فلاطونیت کے ظہور سے اگر یہ نقصان ہوا تو کچھ اسی طرح کا معمولی سا فائدہ بھی حاصل ہوا، ارسطو اور افلاطون کی تعلیمات کے اندر جو تضادات نظر آ رہے تھے نو فلاطونیت کے شیدائیوں نے ان کو ختم کرنے کا ایک منظّم پروگرام بنایا اور بہت حد تک اپنے مشن کو کامیاب بنانے کی کوششیں بھی کیں۔ اگر انھوں نے مسیحیت سے اعراض کر کے وثینت کو اپنا شعار نہ بنایا ہوتا تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ بڑی کامیاب تحریک ہوتی اور یہ ماننا پڑتا کہ جس مکتب فکر سے انھوں نے اپنے زمانہ طالب علمی میں استفادہ کیا تھا آگے چل کر اسی کے قریب ترین طرزِ فکر کے پیش کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

نوفلاطونیت | امونیوس سکاس (۲۴۲ء) جو مذکورالصدر طریق تعلیم کا پروردہ تھا، اس سے باغی ہوگیا اور ایک نئے مدرسہ کی تاسیس کی جسے نوفلاطونیت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اس تحریک کو تمام تحریکوں پر غالب کرنے کے لئے تین بڑے ادارے کھولے گئے، اول مدرسہ افلوطین، دوم مدرسۂ سوریا، سوم مدرسۂ اثنیا۔

مدرسۂ سوریا یعنی مدرسۂ "جامبلیکوس" اور مدرسۂ اثنیا یعنی مدرسۂ "برقلس" "وپلوتارخس" کے اندر منطق غالباً تعلیمی حد تک مروّج تھی، اس پر مزید کوئی تحقیقی کام نہیں کیا گیا۔ البتہ مدرسۂ "افلوطین" میں منطق کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ چنانچہ بانی مدرسہ "امونیوس سکاس" (۲۴۲) اس کے شاگرد اور اس مذہب فکر کے سب سے بڑے مؤید "افلوطین" (۲۰۳ء ۲۶۹ء) اور اس تحریک کے اوّلین و آخرین کے سب سے بڑے رہنما اور ارسطو کے زبردست شارح "فرفوریوس" صوری (۲۳۲ء — ۳۰۴ء) نے منطق ارسطو کی تشریح و توضیح کی۔

امونیوس کے بارے میں عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ اس نے منطق، بلکہ کسی بھی فن میں کوئی تصنیف نہیں چھوڑی، حالانکہ ابن ندیم وغیرہ نے امونیوس نامی ایک رومی فلسفی کا پتہ دیا ہے جس نے منطق ارسطو کے بعض اجزاء کی شرح لکھی ہے۔ چنانچہ مقولات اور جدل کے شارحین کی فہرست میں امونیوس کا نام ملتا ہے، بہرحال اس امونیوس کو اگر اس کی شرح کی روشنی میں دیکھا جائے تو اس خیال کی بڑی حد تک تائید ہوتی ہے کہ یہ وہی امونیوس ہوگا جو مؤسس نوفلاطونیت کی حیثیت سے جانا جاتا ہے کیونکہ یحییٰ بن عدی جس کی باتوں کو بطور سند پیش کیا جاتا ہے۔ امونیوس کی مذکورہ شرح کی تعریف میں رطب اللسان ہے، اس نے بعض بعض تفسیروں اور شرحوں کی اصلاح بھی اس کی شرح کے ذریعہ کی ہے، اور یہ ایسی چیز ہے جو ایک جدید فکر کے پیش کرنے والے، اور نئے ڈھنگ پر تعلیم و تدریس اور غور و خوض کی سوسائٹی کی بنیاد ڈالنے والے ہی کے

شایانِ شان ہے۔ لیکن یہ بعید از امکان نہیں کہ صاحب شرح کوئی دوسری ہی شخصیّت ہو۔

امونیوس (۲۴۲ء) کے بعد اس کا شاگرد افلوطین مسند آرائے صدارت ہوا، عام طور پر اسی کو مؤسس مذہب کے نام سے یاد کر لیا جاتا ہے کیونکہ اس نے اس مذہب کی جڑوں کو مضبوط بنایا تھا۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعض پراگندہ افکار کو پیش کرنے کے بعد اس کے نشو ونما کے لئے ماحول کو سازگار بنانا مشکل کام ہوتا ہے، اس کا بیڑا اٹھانے والے کو اگر ہم مؤسس مذہب نہ کہہ سکیں تو اکبر مؤید کا لقب تو ضرور دینا چاہئے۔ اس نے اپنے تعلیمی معیار کو بلند کرنے کے لئے ایک پروگرام مرتّب کر رکھا تھا جس کے مطابق وہ ہر وقت زیادہ سے زیادہ علوم وفنون تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کرتا۔ اس کے لئے اس نے دور دور کے حوصلہ شکن سفر بھی کئے، جب قیصر روم نے ۲۴۲ء میں فارس پر حملہ کیا تو فارسی فلسفہ کی تحصیل کے لئے یہ اس کے ساتھ ہولیا۔ لیکن قیصر کی ہزیمت کے سبب اسے استفادہ کا موقعہ میسّر نہ آسکا۔ عمر کے چالیسویں سال "روم" جاکر درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا اور منطق وغیرہ علوم کو بڑے حسن وخوبی سے پروان چڑھنے کا موقع دیتا رہا۔ دھیرے دھیرے اس نے بڑی شہرت کمائی اور یہاں کے مجلسِ شیوخ کا رکن بنا لیا گیا۔ اس طرح اس کو کام کرنے کے مزید مواقع ملے۔ اب اس کا حلقۂ درس بہت زیادہ وسیع ہوگیا تھا۔ اس کے پاس طرح طرح کے علمی مسائل آتے تھے، جن کا وہ تشفّی بخش جواب دیتا تھا۔ اس نے تصنیف کا کام پورے انہماک کے ساتھ شروع کیا تھا جس پر وہ آخری دم تک کاربند رہا، اسی وجہ سے اس کی تصنیفات کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی۔

افلوطین کی شخصیت اس دور میں تمام لوگوں کا مرجع بنی ہوئی تھی۔ اس کی منطقی صلاحیتوں اور قابلیتوں کا اندازہ اس کے شاگرد رشید" فورفوریوس صوری" کی قابلیت، خدمت اور

ہر دلعزیزی سے لگایا جا سکتا ہے۔ افلوطین نے صرف اتنا ہی نہیں کیا کہ بعض کتابوں میں اپنے نظریات پیش کئے بلکہ اپنے استاد امونیوس کے بہت سے نظریات کی تردید میں محبت اور عقیدت کو دخل انداز نہیں ہونے دیا۔ افلوطین کی علمی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے قفطی رقمطراز ہیں:

وشرح شیئاً من کتب ارسطوطالیس	افلوطین نے ارسطو کی کچھ کتابوں کی شرح
وذکرہ المترجمون فی هذا النوع	لکھی ہے، مترجمین نے اسے شارحین کتب
فی جملۃ الشارحین لکتبہ، وخرج	ارسطو کی فہرست میں جگہ دی ہے اس
شئی من تصانیفہ من الرومی	کی بعض کتابوں کا ترجمہ رومی سے سریانی
الی السریانی ولا اعلم ان شیئاً	میں ہوا لیکن مجھے یہ خبر نہیں کہ آیا اس میں
منها خرج الی العربی۔ ۳۲	سے کچھ کا عربی میں بھی ترجمہ ہوا۔

"اوبرویج" نے اپنی تاریخ الفلسفہ کی جلد اول میں فورفوریوس صوری سے افلوطین کی زندگی کی علمی تقسیم نقل کی ہے کہ وہ ۲۵۳ء سے ۲۶۲ء تک افلاطونی اور ۲۶۲ء سے ۲۶۸ء تک ارسطوطالیسی اور ۲۶۸ء سے ۲۶۹ء تک رواقی فکر کا حامی تھا۔ ۳۳

افلوطین کے بعد فورفوریوس صوری (۲۳۲ء — ۳۰۴ء) نو فلاطونیت کے سب سے بڑے قائد اور ارسطوی منطق کے بہت بڑے شارح کی حیثیت سے ظاہر ہوا، اس کا لوہا اس کے زمانے ہی میں مانا جا چکا تھا۔ حالانکہ "المعاصرۃ اصل المنافرۃ" ایک قاعدۂ کلیہ ہے، غرض کہ ارسطو کی منطق میں اس کو کمال حاصل تھا۔ چنانچہ اس کی شرح نے مسلمانوں سے بھی خراج تحسین وصول کی۔ خود اس کے زمانے میں لوگ اپنی قلیل البضاعتی کی بنا پر منطق ارسطو کے سمجھ میں نہ آنے کی شکایتیں پیش کیا کرتے تھے جس کے لئے وہ حل تلاش کرتا، ایک مرتبہ لوگوں نے شکایت کی تو کہا —— قفطی لکھتا ہے:

وقال کلام الحکیم یحتاج الی مقدمۃ	فورفوریوس صوری نے کہا کہ حکیم (ارسطو)

قصر عن فهمها طلبة زماننا لفساد اذهانهم، وشرع فی تصنيف ايساغوجی ۳۲ | کے کلام کو (سمجھنے کیلئے) ایک مقدمہ (یعنی چند اصولی باتوں کے سمجھنے) کی ضرورت پڑتی ہے، جسے آج کل کے طلبا اپنے ذہنوں کے فساد کی وجہ سے نہیں سمجھ پاتے ہیں، پھر کتاب" ایساغوجی" کو لکھنے لگا۔

اس مقدمہ کو بڑی شہرت حاصل ہوئی، لوگوں نے اس کا بڑا خیر مقدم کیا، کیونکہ اس کے اصولی قواعد کو سمجھ لینے کے بعد ان کے لئے منطق ارسطو کے سمجھ لینے کی دشواری جاتی رہی، اس مقدمہ کو کتاب ارسطو کا جزء لاینفک تصور کیا جانے لگا۔ چنانچہ قفطی کا بیان ہے کہ:
" فاخذ عنه واضيف الی کتب ارسطوطاليس وجعل اولا لها " ۳۴ (یہی کتاب ہے کہ) اسے لے کر کتب ارسطوطالیس کے ساتھ ملایا گیا اور کسی کو ان کتابوں کا مقدمہ بنا دیا گیا۔

یہ مقدمہ اس کے بعد ہر دور میں مقبولیت کی نگاہ سے دیکھا گیا اور تمام زبانوں میں اس کے ترجمے بھی ہوئے، اس مقدمہ اور شروح منطق کے علاوہ فور فوریوس صوری نے ایک رسالہ " کتاب المدخل الی القیاسات الحملیہ" بھی لکھی۔

فور فوریوس صوری نے جس حسن وخوبی کے ساتھ ارسطوی منطق کی خدمتیں کیں اگر آئندہ بھی یہی سلسلہ کم وبیش جاری رہتا تو نو فلاطونیت اپنے مشن میں کامیاب ہوجاتی۔ لیکن ایسا نہ ہوسکا اس کے بعد نو فلاطونیت نے گم نامی کے پردے میں داخل ہونا شروع کر دیا۔ اس کے مبلّغین کی ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے اس کو بڑا خسارہ اٹھانا پڑا۔ ایک طرف تو یہ چیز تھی دوسری طرف اس تحریک کے آئین میں وثنیت کو مذہب قرار دیا گیا تھا جو مسیحیت کی ضد تھی، نتیجہ یہ ہوا کہ جب اقتدار دین دار مسیحیوں کے ہاتھ میں آیا۔ اور ان کی شرارت بڑھی تو اولاً ان کے روحی ادارے کو بند کر دیا گیا۔ زبدۃ الصحائف میں ہے:

ان الملك قسطنطين الاوّل امر و فتئذٍ بغلق مكتبهم الّذی | شاہ قسطنطین اول نے اس وقت ان کے اس ادارے کو جسے انھوں نے رومیہ

فتحوه فی رومیة، وغلق مکتب الاسکندریة ایضا، وکان ذالك فی سنة ۳۲۴م ۳۵

میں کھول رکھا تھا بند کرنے کا حکم نافذ کردیا اور اسکندریہ کا ادارہ بھی اسی طرح بند کردیا گیا، یہ واقعہ ۳۲۴ء میں پیش آیا۔

جب انھوں نے دوبارہ اپنی شیرازہ بندی کی اور آکر اسکندریہ کا دوبارہ افتتاح کیا تو اس مرتبہ بڑی زبردست مصیبت آئی۔ چنانچہ صاحب زبدۃ کی حق گوئی ملاحظہ ہو:

ثم لما رجعوا وفتحوا مکتب الاسکندریة ثانیة، صدر امر القیصر "ثیودوسیوس" الاکبر بتخریب هیاکل الوثنیین ومعابدهم فخرب هیکل "سربیس" فی الاسکندریة، وحرقت المکتبة ایضا باغراء البطریرك "ثیوفیلوس" الاسکندری وذالك فی سنة ۳۹۰م ۳۵

پھر جب وہ لوٹے اور مدرسہ اسکندریہ کا افتتاح کیا تو قیصر تھیودوسیوس اکبر کا حکم صادر ہوا کہ بت پرستوں کے ہیاکل و معابد کو اکھاڑ پھینکو، اب اسکندریہ کے اندر "سربیس" کا ہیکل توڑ ڈالا گیا اور (اس عظیم الشان لائبریری کو جسے بطلیموس فیلا ولفوس منطقی ہی کے وقت سے اب تک خصوصی توجہ کے ساتھ پوری دنیا کی کتابوں سے پُر کیا گیا تھا) پادری تھیوفیلس اسکندری کے اغوا پر نذر آتش کردیا گیا، یہ المیہ ۳۹۰ء میں پیش آیا۔[۵]

---

۵ آج تک اس کتب خانہ کے جلانے کا الزام مسلمانوں کے سر تھوپا جا رہا ہے حالانکہ اس جرم کا ارتکاب عیسائیوں نے کیا تھا، اور انھوں نے ہی اپنے سر سے اس بلا کو ٹالنے کے لئے پورے تاریخی لٹریچر کو غلط بیانیوں سے لبریز کردیا۔ ان کی یہ چالیں سادہ لوح مسلمان سیرت نگاروں اور مؤرخوں کے یہاں بھی نظر آتی ہیں، مسلمان اسے کب سمجھتے تھے کہ عیسائی علمی چیزوں کو بتانے کے ساتھ ہی علمی خیانت کرتے ہوئے اپنے جرم کا الزام ہمارے سر تھوپ دیں گے۔ لیکن حق بہر حال حق ہے اس کو بہت دیر تک باطل کے پردے میں ڈھک کر نہیں رکھا جا سکتا۔ خود انصاف پسند عیسائی مورخین نے ہی اس الزام کو

اس کے بعد فلسفیوں کے کسی بھی گروہ کو چین سے بیٹھنا نصیب نہیں ہوا۔ ہر طرف دار وگیر کی گرم بازاری تھی، کبھی کوئی فلسفیانہ ادارہ اگر کھولا بھی گیا تو یہ یقین نہیں ہوتا تھا کہ اسے کس وقت بند کر دیا جائے گا، یوں منطق کی تعلیم پر بھی پابندی عائد کر دی گئی۔ اور اشکال کے بعد کی بحثوں کو عیسائی تعلیمات کے خلاف گردانا گیا، فلسفہ اور منطق کی تعلیمات کو مزاج عیسائیت کی ضد اور روح شریعت کے لئے لٹی بی قرار دے دیا گیا۔ انھیں دنوں ایک خفیہ تحریک قائم ہوئی اور اس نے بڑی زیرکی کے ساتھ حکومت کا تختہ اُلٹنے میں کامیابی حاصل کر لی۔ اس تحریک کا روح رواں "لیولیانس" تھا جسے قیصریت ملی۔ اس کا ایک وزیر تامسطیوس نام کا تھا جو فلسفہ ومنطق میں اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا۔ اس نے موقعہ سے خوب فائدہ اٹھایا اور ارسطوی منطق کی بڑی بہترین شرح تیار کی، اس کی یہ شرح ترجمہ در ترجمہ مسلمانوں تک پہنچی جس سے انھوں نے مطلب فہمی میں بڑی مدد لی۔ لیولیانس چونکہ مرتد ہو گیا تھا۔ اس لئے عیسائیوں نے اس کا خون بہانا ناگزیر سمجھا اور جلد ہی اس کا کام تمام کر دیا جس کی وجہ سے مسیحیت کی بحالی ہوئی، اور فلسفہ پر پہلی سی پابندی عائد کر دی گئی، اسکندریہ سے نوفلاطونیت کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ گرچہ اس کی دونوں شاخیں مدرسۂ سوریا اور مدرسۂ اثینا اب تک باقی رہی ہوں پھر بھی ہمیں ان سے کچھ بحث نہیں کرنی ہے کیونکہ انھیں منطق کے اندر کوئی خاص شہرت حاصل نہیں ہوئی، یہ ضرور ہے کہ مشرق کے اندر منطق کی ترویج میں مدرسۂ سوریا کا اپنا خاص کردار رہا ہے۔

حوالجات: ۲۷ زبدۃ الصحائف ص۲۵ ، ۲۸ زبدۃ الصحائف ص۴۱
۲۹ الجانب الالہٰی من التفکیر الاسلامی ص۱۱۸ ۳۰ اخبار الحکماء ۴۱ ۳۱ زبدۃ الصحائف ص۳۶
۳۲ اخبار الحکماء ص۱۷ ۳۳ بحوالہ الجانب الالہٰی من التفکیر الاسلامی ص۱۲۴ ۳۴ اخبار الحکماء ۱۶۹ ۳۵ زبدۃ الصحائف ص۳۷ ۳۶ ص۳۹

(بقیہ حاشیہ ص۲۳) مسلمانوں پر سے ہٹا کر اپنے آباؤ اجداد کے سر پر ڈال دیا ہے آپ نے یہاں بھی یہی صورت دیکھی، لیکن اس میں آگے چل کر "اندرست خزانہ کتب الاسکندریۃ بواسطۃ الفتوحات العربیۃ" بھی کہا گیا ہے جو دروغ گو را حافظہ نباشد والا معاملہ ہے، بڑے بڑے عیسائی محققین کی تحقیق کو یکجا دیکھنے کے لئے ملاحظہ ہو مقالات شبلی ج۶ اور مقالات سلیمان ج۲